

لتجدن اشد الناس عدوۃ للذین امنوا الیہود

مسلمانوں کے بدترین دشمن

یہودی

مفتی محمد رضا مرکزی

الجامعۃ القادریہ نجم العلوم۔ مالیگاؤں

لتجدن اشد الناس عدوا تا للذین امنوا الیھود

مسلمانوں کے بدترین دشمن
یہودی

.......☆ مؤلف ☆.......

محمد رضا مرکزی
(مدرس الجامعۃ القادریہ نجم العلوم، مالیگاؤں)

.......☆ ناشر ☆.......

البرکات فاؤنڈیشن، مالیگاؤں

مسلمانوں کے بدترین دشمن یہودی

مفتی محمد رضا مرکزی۔ الجامعۃ القادریہ نجم العلوم، مالیگاؤں

قرآنِ کریم اور تاریخِ عالم کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہودیوں کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی انعامات سے نوازا تھا۔لیکن انہوں نے ان نعمتوں کی ناقدری کی تو انسانی قیادت ورہنمائی کی باگ ڈوران سے چھین لی گئی۔اس قوم نے اللہ کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کو قتل کیا، کتاب الٰہی میں تحریف کی، ان گھناونے جرائم کے نتیجہ میں ان کو مختلف امراض میں مبتلا کر دیا گیا، یہی امراض ان یہودیوں کی قومی خصوصیات بن گئے یعنی بزدلی، مجرمانہ ذہن اور قساوتِ قلبی، ناشکری، کذب، بہتان تراشی، مکروفریب اور دھوکہ دہی، مال کی پرستش اور حرام خوری، عہد شکنی وخیانت، تکبروغرور، فسق وفجور، بے حیائی، سودخوری اور ذلت ورسوائی، ان پر لگے قدرت کے ان بدنما داغوں کو دھونے کے لیے یہودیوں نے پہلا نشانہ مسیحیوں کو پھر مسلمانوں کو اور اس کے بعد ساری انسانیت کو بنایا۔

سب سے پہلے ''یہودیت کی وجہ تسمیہ اور ابتدائ'' کے بارے میں جانکاری حاصل کرتے ہیں اس لیے کہ آج یہودیت کو سمجھنے کیلئے سب سے اہم چیز اِس نام کی ابتدا اور اس کا وجود کہاں سے اور کیوں ہوا؟ معلوم کرنا ضروری امر ہے۔

یہودیت کی ابتدا اور وجہ تسمیہ

یہودی ذہن کو سمجھنے کیلئے ہمیں تاریخ کے ان واقعات کا ازسرنو مطالعہ کرنا ہوگا جو قرونِ اولیٰ سے لیکر اب تک سلسلہ وار رونما ہوتے رہے ہیں۔اس سے ان کی عیسائیت کے ساتھ دشمنی کی تاریخی جھلک بھی دکھائی دے سکتی ہے۔اور مسلمانوں سے عناد کے اسباب بھی سمجھ میں آسکتے

ہیں۔ اور جدید تاریخ میں یورپ کے مختلف ممالک میں اُٹھنے والی تحریکوں سے ان کے مثبت اور منفی علائق کا بھی اظہار ہوسکتا ہے۔

''اسرائیل'' یہود یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ نام ہمیں اللہ کی طرف سے عطا کیا گیا ہے۔ ''اسرائیل'' کے لفظی معنی ''خدا سے کُشتی کرنے والا'' ہے، یہ معنی یہودیوں کی کتابِ مقدس (The Holy Sepulchre) کے جدید ترین ترجمے میں بتایا گیا ہے جو جیوش پبلیکیشنز سوسائٹی آف امریکہ، ۱۹۵۴ء میں شائع کیا، اس نام کا ذکر کتابِ مقدس (Genesis) کے باب ۳۲/آیت ۲۵/تا ۲۹/میں آیا ہے۔ عیسائیوں کی مترجم بائبل میں بھی یہ مضمون اسی طرح بیان ہوا ہے۔ یہودی ترجمہ کے حاشیے میں ''اسرائیل'' کے معنی یوں لکھے گئے ہیں کہ (He who striveth with God) یعنی ''وہ جو خدا سے زور آزمائی کرے'' انسائیکلو پیڈیا ببلیکل لٹریچر میں عیسائی علما نے اسرائیل کے معنی (Wrestler with God) یعنی ''خدا سے کشتی کرنے والا'' لکھے ہیں۔

آسمانی کتاب بائبل باب ''ہوسیع ۱۲/آیت ۴'' میں حضرت یعقوب کی تعریف یوں بیان کی گئی ہے۔ ''کہ وہ اپنی جوانی کے زمانے میں خدا سے کشتی لڑا پھر فرشتے (حضرت) جبرئیل سے کشتی کی اور غالب رہا۔''

یہودی روایات میں آیا ہے کہ ہمارے مورثِ اعلیٰ (حضرت) یعقوب سے اللہ تعالیٰ نے رات بھر کشتی لڑی جو صبح تک جاری رہا۔ اللہ تعالیٰ پھر بھی اسے پچھاڑ نہ سکا۔ جب صبح ہوگئی تو اللہ نے ان سے کہا ''اب مجھے جانے دو''۔ تو انہوں نے کہا میں تجھے اسوقت تک جانے نہ دوں گا جب تک تو مجھے برکت نہ دے۔ اللہ نے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یعقوب ، اللہ نے فرمایا: آئندہ تیرا نام یعقوب نہیں اسرائیل ہوگا۔ (بائبل، باب ہوسیع)

میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ آخر وہ کیسا خدا تھا جو اپنے مدمقابل کے نام تک سے بے خبر تھا اور پھر کشتی لڑ کر اپنے حریف سے شکست بھی کھا گیا؟

عام لوگ بنی اسرائیل کے عروج کی تاریخ حضرت موسیٰ سے شروع کرتے ہیں لیکن قرآن مجید کی سورۃ المائدہ آیت ۲۰ میں ہے کہ "ترجمہ کنزالایمان شریف" "اور جب موسیٰ نے کہا اپنی قوم سے اے میری قوم! اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو کہ تم میں سے پیغمبر کیے، اور تمہیں بادشاہ کیا اور تمہیں وہ دیا جو آج سارے جہانوں میں کسی کو نہ دیا، اے قوم اس پاک زمین میں داخل ہو جو اللہ نے تمہارے لئے لکھی ہے اور پیچھے نہ پلٹو کہ نقصان پر پلٹو گے"۔

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسرائیل کا اصل زمانۂ عروج حضرت موسیٰ کی بعثت سے پہلے گذر چکا تھا جسے خود حضرت موسیٰ اپنی قوم کے سامنے اس کے شاندار ماضی کی حیثیت سے پیش کرتے تھے۔

انبیا میں سے کوئی بھی یہودی نہ تھا

اصل دین جو حضرت موسیٰ اور ان سے پہلے اور بعد کے انبیا لائے تھے وہ تو اسلام ہی تھا ان انبیا میں سے کوئی بھی یہودی نہ تھا۔ اور نہ ان کے زمانے میں یہودیت پیدا ہوئی تھی، یہ مذہب اس نام کے ساتھ بعد کی پیداوار ہے یہ اس خاندان کی طرف منسوب ہے جو حضرت یعقوب کے چھوٹے بیٹے "یہودہ" کی نسل سے تھا، حضرت سلمان علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کی سلطنت دو ٹکڑوں میں بٹ گئی تو یہ خاندان اس ٹکڑے پر مشتمل ریاست کا مالک بن گیا جو "یہودیہ" کے نام سے موسوم ہوئی۔ جبکہ بنی اسرائیل کے دوسرے قبیلوں نے اپنی الگ ریاست "سامریہ" قائم کر لی۔ پھر اسیریا نے نہ صرف سامریہ کو تباہ و برباد کر دیا بلکہ ان اسرائیلی قبیلوں کو بھی ملیامیٹ کر دیا جو اس ریاست کے بانی تھے اس کے بعد صرف "یہودہ" اور اس کے ساتھ بن یامین کی نسل باقی رہے گئی۔ جس پر یہودہ کی نسل کے غلبے کی وجہ سے یہودی کے الفاظ کا اطلاق ہونے لگا۔ اس نسل کے اندر کاہنوں اور ربیوں اور احبار نے اپنے اپنے خیالات اور رجانات کے مطابق جو عقائد و رسوم اور مذہبی ضوابط کا ڈھانچہ صدیوں میں تیار کیا تھا، اس کا نام "یہودیت

"Judaim" ہے۔انگریزی لغت کے مطابق Judaim کے معنیٰ ہیں۔ یہودی مذہب جو عہد نامہ عتیق اور تالمود کے ارشادات کے مطابق ہے،جس میں ایک خدا پر عقیدہ اور یہودی شریعت کی پابندی لازم آتی ہے۔ اس لفظ کے ایک معنیٰ یہودیوں کے روایتی ، مذہبی اور اخلاقی عقائد و رسومات کے بھی ہیں ۔ الغرض قرآن مقدس میں بھی بارہا یہ واضح کرانے کی کوشش کی ہے کہ انبیاے سابقہ میں سے کوئی بھی یہودی نہیں تھے۔ اور قرآن میں مسلمانوں کا سب سے بدترین دشمن یہودیوں کو ہی قرار دیا ہے۔

یہودی ضدی اور ہٹ دھرم ہوتے ہیں

ایچ جی ویلز اپنی کتاب ((The Qutlcok For Homosapiens میں لکھتا ہے۔ "ہمیں جاننا چاہیے کہ بائبل کا تربیت یافتہ یہودی سخت ضدی اور ہٹ دھرم ہے جس نے وکیلانہ استدلال کی تربیت پائی ہے، عیسائیوں نے گھاٹے کا سودہ کیا، لیکن اپنی بات پر اڑے رہے، یہیں سے عرب قوم کی مصیبت کا آغاز ہوا۔ ولیم شیکسپئر نے یہودیوں کی بے رحم ضد کوشائی لاک کی صورت میں دیکھا، یہ یہودی آج بھی "یہودہ" (جن کا تذکرہ پہلے ہو چکا) کی جان لینے کے لیے یا ان کی جان واپس آنے کے لیے "دیوارِ گریہ" سے لپٹ کر اس وعدے کی تکمیل چاہتے ہیں جس سے اس نے مستقل طور پر انحراف کیا اور اب وہ برطانیہ کا سر کھارہے کہ اعلان بالفور کی روشن امیدوں کو پروان چڑھایا جائے اور یہودیت کا اعلان سرِ عام کیا جائے۔

فلسطین پر یہود کا دعویٰ مضحکہ خیز

ممتاز برطانوی مورخ الفرڈ جے ٹوائین بی فلسطین کی سرزمین یہودیوں کی ملکیت ہونے کے دعوے کو مضحکہ خیز اور احمقانہ دیتے ہوئے لکھتا ہے: "اٹھارہ سو برس کے بعد یہ بات ہرگز نہیں کہی جاسکتی کہ فلسطین یہود کا وطن ہے، ورنہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ ریڈ ایڈینوں کی مملکت ہے۔ اگر ایسی بات ہوتی تو برطانیہ اور دوسرے کئی ممالک کی صورتحال بالکل بدل جائے

گی۔میرے خیال میں یہود کا فلسطین پر بجز اس کے کوئی حق نہیں کہ وہ وہاں ذاتی جائداد خرید سکتے ہیں انہیں وہاں ریاست قائم کرنے کا کوئی حق نہیں، کہ یہ بے حد بدنصیبی کی بات ہے کہ وہاں مذہب کی بنیاد پر ایک ریاست قائم کردی گئی ہے۔"

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو زہر دے دیا گیا

جنگ خیبر کے وقت ایک یہودی عورت زینب بنت الحرث نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دعوت دی۔ جسے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منظور فرمالی۔ اس نے ایک دنبہ ذبح کیا اور بھوننے سے پہلے اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: آپ کونسا حصہ پسند فرمائیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا کہ: مجھے دست کا گوشت زیادہ پسند ہے: چنانچہ اس نے سارے دنبہ پر زہر چھڑ کا اور دست کو خاص طور پر زہر آلود کیا، دستر خوان پر بیٹھنے کے بعد آپ نے ایک لقمہ منہ میں ڈالا لیکن اسے نگلا نہ تھا کہ فرمایا: یہ گوشت مجھ سے کہتا ہے کہ اسے زہر آلود کیا گیا ہے چنانچہ آپ نے اس وقت اسے اگل دیا۔ حضرت بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن البرا نے بھی آپ کے ساتھ ایک ہی نوالہ لیا تھا، لیکن وہ اسے نگل گئے اور شہید ہو گئے، اپنی علالت کے آخری دنوں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس واقعہ کو یاد کرتے ہوئے فرمایا، میرے پاس اُم بشر رضی اللہ عنہ آئی تھی اور میں نے اسے کہا تھا" اُم بشر مجھے اس گوشت کی وجہ سے جو میں نے خیبر میں کھایا تھا شدید درد لاحق ہے اسی گوشت سے تیرا بھائی شہید ہوا تھا۔ چنانچہ ایک روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال اسی زہر کے اثر سے ہوا تھا۔ خیبر کی ان شکستوں کے بعد یہودی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ ہم آدھی مسلمانوں کی زمین پر کھیتی باڑی کرنے کے لیے تیار ہیں اس کے بدلے میں ہمیں خیبر میں رہنے کی اجازت دے دی جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں کے معاندانہ ماضی کے باوجود ان کی درخواست منظور فرمالی، بظاہر انہوں نے پُرامن شہری کے طور پر زندگی گزارنا شروع کردی، لیکن اپنی فطرت سے بعض نہ آئے، اور درپردہ اپنے مقاصد کی تکمیل

میں مصروف رہے۔ اور چھپ کر وار کرنے کے مواقع تلاش کرتے رہے۔

ذرا غور کریں کے یہ قوم کتنی بزدل ہے کہ وہ اپنے جنگی کام کو بھی ایک عورت کے ذریعہ انجام دلوا رہے ہیں۔ بتاؤ رسول اعظم ﷺ کو زہر دینے والی عورت کون تھی؟ ایک یہودن ہی تو تھی۔ یہ ہے یہودیوں کی مسلمانوں سے دشمنی جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے بندوں سے کیا کہ ان یہودیوں سے بچے رہیں یہ تمہارے سب سے بدترین دشمن ہیں۔

صلیبی جنگوں کے دوران یہودیوں کی انتہائی شر انگیزی

صلیبی جنگوں کے دور میں یہودیوں نے ایک عظیم مکروہ سازش کی جو یہ تھی کہ:

''آنحضرت ﷺ کے جسم اطہر کو روضہ مبارک سے نکال کر کہیں پہنچا دیا جائے۔ یا وہ کوئی اور ایسی حرکت کرنا چاہتے تھے جس سے مسلمانوں کے جذبات کو شدید ٹھیس پہنچ سکے۔ یہ نورالدین زنگی مرحوم و مغفور کا دور تھا، مسلمان فوج جرمنی کے شہنشاہ کانرڈ کی ۹ لاکھ افراد پر مشتمل فوج کے خلاف یروشلم میں نبرد آزما تھی کہ دو مسکین صورت باریش یہودی مدینہ منورہ کے نواح میں وارد ہوئے، ان کی وضع قطع دیکھ کر کسی کو شبہ تک نہیں ہوسکتا تھا کہ عبادت و ریاضت کے سوا بھی ان کا کوئی مقصد ہوسکتا ہے۔ دن بھر یہ لوگ اللہ اللہ کرتے اور راتوں کو اپنے حجرے میں سرنگ کھودتے تاکہ روضۂ اطہر تک پہنچ سکیں، یہاں تک کہ ان کی سرنگ روضہ مبارک کے بالکل قریب جا پہنچی، ایک رات حضرت نورالدین زنگی کو خواب میں حضور ﷺ نے اس کی اطلاع دی، وہ اگلے روز بہت پریشان ہوئے دوسرا دن بھی پریشانی میں گذرا، تیسرے دن پھر وہی خواب آیا جس میں حضور ﷺ نے ان سے سختی کے ساتھ عمل کرنے کا تقاضہ کیا۔ انہوں نے بیدار ہوتے ہی مدینہ منورہ کا رخ کیا۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے شہر کا جائزہ لیا لیکن ہر چیز معمول پر پایا۔ اب حضور ﷺ نے خواب میں ان یہودیوں کی شکلیں بھی انہیں ذہن نشین کرا دی۔ دوسرے دن نورالدین زنگی نے مدینہ شہر کے باشندوں کی دعوت کا انتظام کیا اور حکم دیا کہ کوئی شخص

بھی دعوت میں شرکت کئے بغیر نہ رہے۔حکم کے مطابق لوگ آتے گئے اور کھاتے چلے گئے، مگر ان میں وہ دو شیطان صفت یہودی نظر نہ آئے اب نورالدین زنگی پھر پریشان ہوئے۔ وہ آتے بھی کیسے؟ انہیں تو اس کی اطلاع بھی نہ تھی، ان میں سے ایک کھدال لے کر سرنگ میں اتر جاتا اور دوسرا پہرا دیتا اور ساتھ میں عبادت میں بھی مصروف رہتا تھا۔ نورالدین زنگی نے منتظمین دعوت سے استفسار کیا کہ کوئی شخص شرکت سے رہے تو نہیں گیا؟ ایک اہلکار نے کہا: آقا! پورا شہر تو آ گیا ہے البتہ دو عابد وزاہد افراد شامل نہ ہو سکے۔ کیونکہ وہ ہر وقت عبادت وریاضت میں مصروف رہتے ہیں۔ انہیں کوئی دعوت اپنے ذکر الٰہی سے نہیں روک سکتی۔ سلطان نے کہا ''سبحان اللہ! کیا شان ہے ان کی ہم خود ان کی زیارت کریں گے''۔ چنانچہ ملازمین کے سروں پر مختلف کھانوں کے خوان اٹھوائے سلطان ان کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ یہودی جو پہرا داری کر رہا تھا دور سے اس کو نظر آیا کہ ایک چھوٹا سا قافلہ اس کی کٹیا کی طرف بڑا چلا آ رہا ہے۔ اس نے جلدی سے اپنے ساتھی کو اوپر بلا لیا، دیکھو اتنے لوگ ہماری جانب کیوں آ رہے ہیں؟ اتنے میں سلطان ان کے سر پر جا پہنچا ان کی شکلیں ہو بہو وہی تھیں، جو خواب میں دکھائی گئی تھی۔ نورالدین زنگی نے دونوں کی مشکیں کسوا دیں، لوگ سناٹے میں آ گئے جب ان کی کٹیا کی تلاشی لی گئی تو بہ ظاہر کچھ دکھائی نہ دیا۔ لیکن جب ان کا مصلا اٹھا کر دیکھا گیا تو اس کے نیچے سرنگ کا ایک دروازہ تھا۔ ان کے رنگ جو پہلے فق تھے اب مزید پیلے ہو گئے۔ سلطان نے بر سرِ عام انہیں کوڑے لگوائے۔ اب اقرارِ جرم کے سوا ان کے پاس کوئی راستہ نہ تھا، سلطان نے انہیں موت کی سزا دی انہیں قتل کروا دیا اور ان کی لاشوں کو نذرِ آتش کر دیا گیا۔ یوں وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچے۔ آئندہ ایسی صورتِ حال کی پیش بندی کے لیے انہوں نے روضہ اقدس کے چاروں طرف سات دھاتوں کی گہری دیوار تعمیر کر دی۔ جو آج تک ویسی کی ویسی ہے۔

ایسا خوف ناک منصوبہ بنانے والوں کی پست ذہنیت یہود کے سوا اور کس کی ہو سکتی ہے؟ اور وہ عالم اسلام کی نفرت کے بجا طور پر مستحق ہیں۔ ان کی اسی ذہنیت نے دنیا بھر میں

انہیں ذلیل ورسوا کیا۔ مسلمان ان سے جو نفرت کرتے ہیں وہ کسی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ خود نصارا بھی جو تاریخ کے بعض مرحلوں میں ان کا ساتھ دیتے نظر آتے ہیں ان سے نفرت کا اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکے۔

یہودیوں کا دعویٰ غلط۔ کہ ارض فلسطین پر ہمارا پیدائشی حق ہے

تاریخی کتابوں میں القدس کا تذکرہ مختلف ناموں سے ہوتا ہے، اس شہر کو پانچ ہزار سال قبل کنعانی عربوں نے آباد کیا اور اس کا نام ''ارسلیم'' رکھا۔ ''ار'' کا مطلب شہر اور ''سلیم'' کا مطلب امن۔ اس نام کو دیگر فاتحین نے برقرار رکھا۔ یہودی اس کو ''یروشلائم''، یونانی ''ہمرو سولیما'' اور مغربی دنیا ''یروشلم'' کہتی ہے۔ ۱۲ویں صدی قبل مسیح میں اسرائیلیوں نے کنعانیوں پر حملہ کیا۔ عرب قبائلی کنعانیوں نے اسرائیلیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اس وقت القدس کو ''یبوس'' کہا جاتا تھا۔ ۹۹۷ قبل مسیح میں جب یہودی حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ اس شہر میں داخل ہوئے تو، اس شہر کو شہر داؤد سے منسوب کر دیا۔ یہودیوں کے اقتدار کے خاتمے کے بعد بھی اس شہر کا نام اہل فارس، اہل یونان اور اہل رومیوں میں انتہائی مقبول تھا۔ کیونکہ یہ سب کے سب کبھی نہ کبھی اس شہر پر قبضہ کر چکے تھے، ۱۲۵ قبل مسیح میں سلطنت روما نے اس شہر کو تہس نہس کر دیا، بڑی تعداد میں اس شہر کے لوگوں کو بے گھر کر دیا گیا۔ مال واسباب لوٹ لئے گئے، اور اس شہر کا نام Aelia.Capitolina رکھا۔ جس کا مطلب ہے ''خدا کا گھر''۔ اگرچہ رومن کالسٹنٹسا ین نے اس شہر کا نام بدل دیا تھا، لیکن عربوں میں یہ شہر القدس کے نام سے مشہور رہا، جس کا مفہوم ہے، ''شرک وکفر سے پاک شہر''۔

القدس انبیاے کرام کی سرزمین ہے اور مسلمانوں اور عیسائیوں اور یہودیوں کے نزدیک یکساں طور پر قابل احترام ہے۔ اس سرزمین کو جن انبیاے کرام کا مسکن ہونے کا شرف حاصل ہے، ان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ

السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت زکریا علیہ السلام، اور حضرت صالح علیہ السلام کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔ انبیا علیہم السلام کی تاریخ کے حوالے سے کہا جاتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا مرقد القدس اور مسجدِ ابراہیم کے درمیان واقع ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی یہاں سے گذری، اور کشتی کے اندر غیب سے آواز آئی ''اے نوح یہ بیت المقدس ہے انبیاء ومرسلین کا مولود و مسکن''۔ تاریخ کے اوراق اس بات کے بھی شاہد ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے حضرت سام علیہ السلام نے یہاں بیت المقدس کی تعمیر کی اور وہ یہیں رہتے تھے۔

اور جب ہم آج فلسطین کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں اپنی کوتاہی پر شرمندہ ہونا پڑھتا ہے، آج فلسطین کی سرزمین بیت المقدس کے گلی کوچے خون میں نہائے ہوئے ہیں۔ اس مقدس شہر کی تاریخ ایسی ہنگامہ آرائی اور معرکہ خیزیوں سے بھری پڑی ہے۔ جس میں تین آسمانی مذاہب کے مقدس مقامات وآثار پائے جاتے ہیں۔ اسی متبرک سرزمین کی بابت اس کے صحیح حق داروں اور اس کے چھوٹے دعویداروں کے درمیان ایک مستقل آویزش اور کشمکش چل رہی ہے۔ طاغوتی قوتیں شب وروز اسے نقصان پہنچانے پر تُلی ہوئی ہے۔ انہوں نے اسرائیل کو اپنا آلہ کار بنا کر اسلام کی مقدس ترین مسجد ''مسجد اقصیٰ'' کو نذر آتش کیا، جس کا مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ بتدریج اس مقدس سرزمین سے اسلام اور مسلمانوں کا نام ونشان مٹا دیا جائے۔

آج اسی بیت المقدس پر یہودی قابض ہیں۔ مسجد اقصیٰ کے دروازے مسلمانوں کے لیے بند ہیں، محراب ومنبر کی بے حرمتی ہو رہی ہے۔ مسجدِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بلند بالا مینار اذان کی آواز کو ترس رہے ہیں۔ مقامات مقدسہ کا احترام ختم ہو چکا ہے، بیت المقدس کے صحن میں ظالم یہودی خون خرابہ کرر ہے ہیں۔ مسلمانوں کے قبل اول میں داخل ہونے والے مسلمانوں کو گولیوں سے چھلنی کیا جار ہا ہے۔ اور آج فلسطین بیت المقدس کے درودیوار ایک ''سلطان صلاح الدین ایوبی رضی اللہ عنہ'' کا انتظار کرر ہی ہے۔

روے زمین پر پہلی یہودی حکومت

انقلاب فرانس سے قبل تقریباً سترہ سو سالوں بعد روے زمین پر پہلی یہودی حکومت بحر اٹلانٹک کے اس پار امریکہ میں قائم کی گئی۔ جو آج حکومت ریاست ہاے متحدہ امریکہ کہلاتی ہے۔ چوں کہ یہ ایک یہودی حکومت تھی اور امریکہ کا قیام یہودیوں کے مقصد اصلی سے پہلے کی ایک منزل تھی۔ اس لیے اسے نیا بابل (New Bobylon) کے نام سے پکارا گیا۔ امریکہ کے قیام کا مقصد اصلی اس کے سوا کچھ نہیں تھا کہ روے زمین سے خلافت اسلامیہ کا خاتمہ کر دیا جائے۔ چنانچہ خلافت عثمانیہ کا خاتمہ اور فلسطینی عوام کی خون ریزی و فلسطین پر قبضہ کر کے مسجدِ اقصیٰ اور قبہ الصخرہ کو ڈھا کر ہیکل سلیمانی کی تعمیر کرنا اور عظیم اسرائیلی سلطنت قائم کرنا امریکہ کا مقصدِ وجود ہے۔ اس لیے بالکل ابتدا سے اب تک امریکہ میں حکومت اور اس کے ہر نظام کی بنیادی ساخت ''یہودی فریمسن پروٹسٹنٹ'' رہی ہے۔ جسے کسی دوسرے تناظر میں '' Wasp White Anglo Saxon Protestant " بھی کہتے ہیں۔ ریاست ہاے متحدہ امریکہ کا قیام اسرائیل اور باضابطہ قیام حکومتِ دجال سے قبل کی ایک عبوری حکومت ہے اسلئے Gilyon The Hill یعنی Capitol Hill دراصل علامت ہے M T Zion کی۔ چونکہ امریکہ عیسائی ریاست نہیں بلکہ امریکہ ایک یہودی ریاست ہے، یہی وجہ ہے کہ امریکہ کا سب سے بڑا سرکاری تہوار کرسمس نہیں بلکہ Thanksgiving جو در اصل Jewish Festiva lof Harvest of Suceoth کا دوسرا نام ہے۔ چونکہ امریکہ یہودی ریاست ہونے کے ساتھ ساتھ فریمسن توجیہ کی حامل یہودی ریاست بھی ہے۔ الغرض روئے زمین پر سب سے پہلی یہودی ریاست امریکہ بنی۔

یہودیوں کو اگر مسلمانوں نے نہ بچایا ہوتا تو............

ڈاکٹر عابد اللہ غازی نے اپنے ایک مقالے میں اس طرح رقم طراز ہیں'' ٦ اکتوبر

۲۰۰۲ء کے روز عیسائی پادری ''جیری فال ویل'' نے جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک انتہا پسند کہا تو اس سے نہ صرف تمام عالم اسلام کے مسلمانوں کی دل آزاری ہوئی بلکہ عیسائیت اور مغرب کے خلاف نفرت کو بھی فروغ ملا۔ اگر پادری جیری کا مقصد صرف یہی تھا کہ وہ اپنے مقصد میں اسی طرح کامیاب رہا جس طرح ماضی میں اس کے ہم خیال ''رابرٹسن، گراہم، پائپ اور ایمرسن'' وغیرہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت کا یہ طوفان کئی سوس سے مل کر بنا ہے۔ اس میں انتہا پسند عیسائی، ہندوتو وادی ہندو اور صہیونیت نواز یہودی شامل ہیں جو اسلام کو اپنا متحدہ دشمن تصور کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک مسلمانوں پر پر ظلم روا ہے اور ان کے لئے ہر گالی مناسب ہے۔

آج عیسائی انتہا پسندوں نے صہیونی تنظیموں کے ساتھ اس وقت جو سانٹھ گانٹھ کر رکھی ہے اس کے پس پشت بائبل کی وہ پیشن گوئی ہے جس کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے، اس عیسائی کی طرح مسلمان بھی اس میں یقین رکھتے ہیں۔ لیکن عام عیسائیوں کے برخلاف انتہا پسند عیسائی طاقت صہیونی طاقتوں یا اسرائیل کی حمایت اس لیے کر رہی ہے کہ بائبل کی یہ پیشن گوئی جلد از جلد پوری ہو جائے۔ اس تعجیل میں فلسطینیوں (جن میں مسلمان اور عیسائی دونوں شامل ہیں) پر جو مظالم ہو رہے ہیں انہیں اس کی کوئی پرواہ نہیں وہ تو جلد از جلد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے خواہش مند ہیں، جس کے لیے یہودیوں کا اسرائیل میں جمع ہونا ضروری ہے۔ بنیاد پرست عیسائیوں کی اس خواہش نے فی الوقت انہیں صہیونی یہودیوں کا دوست بنا دیا ہے۔ لیکن یہودی یہ بات بھول جاتے ہیں کہ عیسائی عقیدے کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے بعد یہودیوں اور عیسائیوں میں حق و باطل کی آخری معرکہ آرائی (Armageddon) ہوگی، اس میں ایک بار پھر یہودیوں کا قتل عام ہوگا اور دو تہائی یہودی مارے جائیں گے اور باقی جبراً عیسائی بنا لیے جائیں گے۔ بائبل کی اس پیشن گوئی کے مطابق اس کے بعد ہی عیسائیت کا سورج اپنے نصف النہار تک پہنچے گا۔ انتہا پسند عیسائی اس

وقت یہودیوں کی مدد کرنے پر مجبور ہے، کیونکہ بائبل کی پیشن گوئی پوری ہونے کے لیے یہودیوں کا اسرائیل میں اجتماع ضروری ہے۔جس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ہوگی۔تمام قوانین کالعدم ہوجائیں گے اور یہودیوں کا قتل عام ہوگا، گویا بھیڑوں کو ہانک کے قربان گاہ پر لایا جارہا ہے۔یہ بات عجیب ہی نہیں مضحکہ خیز بھی ہے کہ اتنے مخالف اور معاندانہ نظریات کے باجود انتہاپسند اسی عیسائی اور صہیونی یہودی مسلمانوں کے خلاف متحد ہو گئے۔اسی صدی میں جرمنی میں ٦٠ لاکھ یہودیوں کا قتل عام ہوا۔جس کے بعد یہودیوں کی نسل ختم ہوجاتی اگر مسلمان ممالک نے اپنی رواداری اور غیر جانب دارانہ پالیسیوں کی وجہ سے انہیں بچایا نہ ہوتا۔البتہ یہ بات مخفی نہیں کہ یہودیوں کی اس نسل کشی میں انتہاپسند عیسائیوں کا مخصوص جذبہ کام کررہا تھا جس میں بدقسمتی سے آج بھی کوئی تبدیلی نہیں آئی۔انتہاپسند عیسائی یہودیوں کے اس دوسرے قتل عام کا انتظار کررہے ہیں بلکہ صحیح تر بات یہ ہے کہ وہ اس اس قدر بے تاب ہیں کہ شاید حضرت مسیح کی آمد کا بھی انتظار نہ کرے اور خود ہی اس کام کو انجام دینے کے لئے کمر بستہ ہوجائیں۔(ویوز نیٹ ورک
(

اسلام کا یہودیوں کی سماجی اور اقتصادی حیثیت پر اثر

اسلام دین رحمت ہے۔معادنیا کے تمام مذاہب کے لئے بھی رحمت ورافت کا دین ہے۔یہودیوں کے لئے بھی اسلام اپنے دامن میں محبت ورافت کے پھول لے کر آیا تھا اس کی نظر میں یہودیوں کا دین تحریفات کے باوجود مشرکین کی اوہام پرستی اور بت پرستی کے مقابلے میں کہیں بہتر تھا۔اسلام نے یہودیوں کی مذہبی کتابوں کے منزل من اللہ ہونے کا اقرار کیا تھا۔اسلام نے یہودیوں کی مقدس ہستیوں کے تقدس کی گواہی دی تھی۔بنی اسرائیل میں جو عظیم الشان انبیاورسل مبعوث ہوئے تھے اسلام ان کی عصمت کا نگہبان بن کر جلوہ گر ہوا تھا۔ان مقدس ہستیوں پر جو کتابیں نازل ہوئیں تھیں اسلام نے اپنے پیروکاروں کو ان پر ایمان

لانا ضروری قرار دیا ہے۔لیکن اسلام کے لیے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ یہودیوں کی ہر فکری بے راہ روی کو صحیح تسلیم کر کے اس کے جواز کا فتویٰ صادر کرتا۔ اسلام تو ظلم کی تاریکی کو ختم کر کے عدل وانصاف کی شمع فروزاں کرنے کے لیے آیا تھا۔ وہ اونچ نیچ کو ختم کر کہ انسانی مساوات کو قائم کرنے کے لیے تشریف لایا تھا، اس لیے اسلام نے جہاں صحف بنی اسرائیل کے سماوی الاصل ہونے کا اقرار کیا ہے وہیں یہ بھی اعلان کیا کہ یہود ونصاریٰ نے ان صحف سماوی میں بے پناہ لفظی ومعنوی تحریفات کر رکھی ہیں۔ اس نے اعلان کیا کہ خدا صرف یہودیوں اور نصرانیوں کا نہیں بلکہ ساری مخلوق کا خدا ہے۔ اسلام نے سود کو حرام قرار دیا ہے۔شراب کی ممانعت کا حکم صادر کیا ہے۔ ناجائز طرق سے طلب رزق کی تمام صورتوں کو ختم کر دیا ہے۔ جو لوگ غلط نظریات کے بل بوتے ہر خدائی اختیارات کے مالک بنے بیٹھے تھے ان کو ان کے اختیارات سے محروم کیا۔ یہودی عوام کو اس حقیقت سے آگاہ کیا کہ تمہارے مذہبی راہنما تمہاری ملت کے کارواں کو ہدایت کے جادۂ مستقیم پر لے کر نہیں چل سکتے بلکہ وہ تمہیں اس راستے پر لے کر چل رہے ہیں جس کا انجام تباہی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اسلام نے یہودیوں کو دعوت دی کہ وہ اس گمراہی کو چھوڑ کر حق کی روشنی کو اپنا راہنما بنائیں اور اس دین کے دامن میں پناہ لیں جو ان کی کتابوں کی بھی تصدیق کرتا ہے اور ان کے انبیا ورسل کی بھی۔ جو دنیوی خوش حالی کی بھی ضمانت دیتا ہے اور اخروی سعادت کی بھی۔ یہ پیغام محبت یہودیوں کو اپنے باطل مزعومات کا دشمن نظر آیا۔ سود کی حرمت اور شراب کی ممانعت کی شکل میں اسلام انہیں اپنے معاشی مفادات کا قاتل نظر آیا۔ اسلام کی عادلانہ تعلیمات علمائے یہود کو اپنے جھوٹے اقتدار کے لیے خطرہ نظر آئیں۔ یہودی نبوت کو صرف بنو اسرائیل کی میراث سمجھتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بنو اسماعیل میں سے تھے ان کی نبوت کو تسلیم کرنا ان کے قدیم مزعومات باطل قرار دینے کے مترادف تھا۔ بات یہاں پر ختم نہیں ہوئی بلکہ مشرکین عرب جو یہودیوں کی تجارت اور سودی کاروبار کے لیے منڈی کی حیثیت رکھتے تھے۔ انہوں نے دھڑا دھڑ اسلام قبول کرنا شروع کر دیا۔ وہ لوگ طویل مدت تک یہودیوں کے ساتھ رہے تھے۔ وہ یہودیوں

کے علمی اور تہذیبی مقام سے متاثر بھی تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے یہودیت کو بطور دین قبول نہیں کیا تھا جب کہ آفتاب اسلام کے طلوع ہوتے ہی اس کی روشنی کو بطور تحفہ قبول کرلیا۔اب ان کی نظر میں پسندیدہ ترین مذہب یہودیت نہیں اسلام تھا۔ان پر یہودیوں کا علمی رعب ختم ہو چکا تھا۔

اگر یہودی سود کی معاشرتی اور معاشی تباہ کاریوں کا صحیح اندازہ لگاسکتے تو سود کی ممانعت کے اسلامی حکم کو اپنے مفادات کے خلاف تصور نہ کرتے۔اگر وہ شراب کے انسانی زندگی پر منفی اثرات کا ادراک سکتے تو شراب کی حرمت کا قانون متعارف کرانے پر اسلام کو مطعون نہ کرتے۔اگر معاشی اور معاشرتی ناہمواریوں کے قوموں کی زندگی پر مرتب ہونے والے تباہ کن اثرات کو وہ سمجھ سکتے تو اسلام کی مساوات انسانی کی حیات بخش تعلیم کو اپنے لیے مضر نہ سمجھتے۔لیکن بدقسمتی سے انہوں نے اسلام کی ان خوبیوں کو خامیاں سمجھا اور اسلام کا ہر سطح پر مقابلہ کرنے کا تہیہ کرلیا۔

بطن یہودیت سے نکلی ہوئی تحریک......تحریک استشراق

تعریف : استشراق کی جو تعریف عام طور پر مشہور ہے وہ یہ ہے۔''غیر مشرقی لوگوں کا مشرقی زبانوں،تہذیب،فلسفے،ادب اور مذہب کے مطالعے میں مشغول ہونے کا نام استشراق ہے''۔اس تعریف کی رو سے جو غیر مشرقی عالم،مشرقی علوم کے لئے اپنے آپ کو وقف کریگا اسے ''مستشرق'' کہا جائے گا۔المنجد میں مستشرق کا مفہوم یہ بتایا گیا ہے''العالم باللغات والاداب والعلوم الشرقیہ والاسم الاستشراق''یعنی مشرقی زبانوں،آداب اور علوم کے عالم کو''مستشرق'' کہاجاتا ہے اور اس کا نام''استشراق'' ہے۔

تحریک استشراق کے بارے میں کہا جاتا ہے۔۔۔۔۔اہل مغرب بالعموم اور یہود و نصاریٰ بالخصوص،جو مشرقی اقوام خصوصا ملت اسلامیہ کے مذاہب،زبانوں۔تہذیب

وتمدن، تاریخ، ادب، انسانی قدروں، ملی خصوصیات، وسائل حیات اور امکانات کا مطالعہ معروضی تحقیق کے لبادے میں اس غرض سے کرتے ہیں کہ ان اقوام کو اپنا ذہنی غلام بنا کر ان پر اپنا مذہب اور اپنی تہذیب مسلط کرسکیں اور ان پر سیاسی غلبہ حاصل کر کہ وسائل حیات کا استحصال کرسکیں ان کو ''مستشرقین'' (مستشرقین کو انگریزی زبان میں'' Orientalism " کہا جاتا ہے جا یوروپی زبان میں اٹھارہویں اور انتیسویں صدی میں رائج ہوا روڈنسن کہتا ہے کہ O rientalism استشراق کا لفظ انگریزی زبان میں ۱۷۷۹ء میں داخل ہوا اور فرانس کی کلاسیکی لغت میں استشراق کے لفظ کا اندراج ۱۸۳۸ء میں ہوا۔)

یہودی اور تحریک استشراق

عموماً تحریک استشراق کو دنیائے عیسائیت کی ایک تنظیم تصور کیا جاتا ہے۔ استشراق کے ذکر کے وقت یہودیت کی طرف ذہن بہت کم مائل ہوتا ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہیں اور سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ عیسائیوں اور یہودیوں کے باہمی تعلقات کی تاریخ رقابت، دشمنی اور ایک دوسرے کے خلاف مظالم کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ عیسائیت کو اپنے ظہور کے ساتھ ہی جس قوم کی طرف سے شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا وہ یہودی ہی تھے۔ یہودیوں نے عیسائیوں پر بے شمار مظالم ڈھائے اور جب عیسائیوں کو دنیا میں اقتدار حاصل ہوا تو انہوں نے یہودیوں سے چن چن کر بدلے لئے۔ ہٹلر نے جرمنی میں یہودیوں کے خون کی ندیاں بہائیں۔ صلیبی لشکر، جو مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے یوروپ سے روانہ ہوتے تھے۔ وہ یہودیوں کو بھی معاف نہیں کرتے تھے۔ جب اسپین مسلمانوں کے زیر نگیں تھا تو یہودی یوروپ کے پادریوں اور بادشاہوں کے مظالم سے بچنے کے لئے مسلمانوں کی پناہ حاصل کرتے تھے۔ عیسائیت کے ساتھ یہودیت کی اس دشمنی کی تاریخ کو دیکھ کر یہ بات بڑی عجیب سی نظر آتی ہے کہ ایسے دو دشمن جن کی دشمنی ابھی ختم نہیں ہوئی وہ کسی تنظیم میں اکٹھا کام کر

رہے ہیں لیکن حقیقت یہ ہیکہ استشراق کی تحریک میں جس طرح عیسائی سرگرم عمل نظر آتے ہیں اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ شدت کے ساتھ سرگرم عمل ہیں۔ ''گولڈزیہر'' مشہور مستشرق ہے۔ دوسرے مستشرق تحریک استشراق کے لئے اس کی کوششوں کی تعرف کرتے ہیں۔ اور اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ اس نے عربی علوم کے مطالعے کو ایک نیا رنگ دیا ہے۔ یہ شخص ایک یہودی تھا۔ تحریک استشراق میں بے شمار لوگ ایسے موجود ہیں جو دراصل یہودی تھے لیکن ان کی شہرت ایک یہودی عالم کے طور پر نہیں بلکہ صرف ایک مستشرق کے طور پر ہوئی۔

علی بن ابراہیم النملہ نے اپنی کتاب ''الاستشراق فی الادبیات العربیہ'' میں ایسے بائیس نام شمار کرائے ہیں جو یہودی تھے لیکن انہوں نے یہودی مستشرق کے طور پر نہیں بلکہ یوروپ یا اپنے متعلقہ مما لک کے حوالے سے اپنے کو متعارف کرایا۔ ان لوگوں میں گولڈزیہر کے علاوہ غروبنام، سیلمان مونک، ایڈورز غلازر، ا۔ی۔فنسنک، ڈیوڈ صموئیل، مارگو لیتھ، ا۔شادہ کارل بروکلمان، لیفی بروفنسال، لوئی ماسینون، جوزف شاخت، مکسیم روڈنسن اور برنارڈ لوئس جیسے لوگ شامل ہیں جنہوں نے تحریک استشراق کے کام کو آگے بڑھانے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔

مندرجہ بالا تفصیلات کے مطالعہ سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ یہودی بھی استشراق کی تحریک میں عیسائیوں کی طرح پورے زوروشور سے شریک تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ تحریک استشراق کے مقاصد بعینہ وہی تھے جو یہودیوں کے تھے۔ یہودیوں کی تاریخ اسلام دشمنی سے بھری پڑی ہے۔ ان کی اسلام دشمنی کو رب قدوس نے خود ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

لتجدن اشد الناس عدوۃ للذین امنوا الیھود والذین اشرکوا۔ (القران)

''ضرور پائے گے آپ سب لوگوں سے زیادہ دشمنی رکھنے والے مومنوں سے یہود کو اور مشرکوں کو'' (المائدۃ۔۸۲:)

اس لئے کہ جب یہودیوں کو مسلمانوں کی مخالفت کے لئے ایک ایسا پلیٹ فارم ملا جو ان کے دشمن عیسائیوں نے قائم کیا تھا تو انہوں نے اسلام کے شجرہ طیبہ کی بیخ کنی کے لئے اپنے دشمنوں سے تعاون کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی۔ سچ ہے مقولہ ''الکفر ملۃ واحدۃ'' کہ سارا عالم کفر ملت واحدہ ہے۔ ان میں باہم کتنی ہی دشمنیاں کیوں نہ ہو۔ انہوں نے ایک دوسرے پر کتنے ہی مظالم کئے ہوں لیکن جب اسلام کی باری آتی ہے تو وہ سارے ایک جان ہوجاتے ہیں۔ اسلام دشمنی کے علاوہ یہودیوں کے تحریک استشراق میں شامل ہونے کی ایک وجہ سیاسی بھی تھی۔ یہودی اپنے آپ کو شعب مختار سمجھتے تھے۔ وہ خدا کی لاڈلی قوم ہونے کے زعم میں مبتلا تھے۔ ان کے ہاتھوں میں اس وقت جو تورات ہے اس کی رو سے فلسطین سے لیکر وادی فرات تک کے تمام علاقوں کو اپنی وراثت سمجھتے ہیں۔ بلکہ ان کا مذہبی ادب بتاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی لاڈلی قوم ہیں اور ساری دنیا پروردگار نے ان کی خاطر تخلیق کی ہے ان کا دعویٰ فلسطین تک ہی نہیں بلکہ ان کی نظریں خیبر و مدینہ منورہ پر بھی ہے۔

۱۹۶۸ء میں جب القدس پر یہودیوں نے قبضہ کیا تو اس وقت کا اسرائیلی وزیر دفاع ''موشے دایان'' یہودیوں کے حاخام اکبر ''شلوموغورین'' کے ساتھ القدس میں داخل ہوا۔ دیوار باق کے نزدیک نماز شکرانہ ادا کرنے کے بعد اس نے کہا ''آج بابل اور یثرب جانے والے راستے کھل گئے ہیں'' اسرائیل کے سابقہ وزیر اعظم ''گولڈامئر'' نے کیا تھا کہ ''میں خیبر میں اپنے آباؤ اجداد کی خوشبو سونگھ رہی ہو'' ایک مسلمان عورت کے لئے یہودیوں نے فلسطین میں رہنا ناممکن بنادیا تو اس نے فلسطین سے سعودی عرب ہجرت کرکے چلے جانے کا فیصلہ کیا جب وہ وہاں سے روانہ ہونے لگی تو ایک یہودی نے ''ھرتروغ'' اس سے کہا: شاہ فیصل سے ملاقات ہو تو اس سے کہہ دینا کہ ہم اس کی طرف آرہے ہیں۔ ہماری املاک اس کے قبضے میں ہیں۔ کعبہ کو ہمارے باپ ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا۔ وہ ہماری ملکیت ہے اور ہم ہر صورت میں وہاں لوٹ کر آئیں گے۔

مستشرقین تقریباً سبھی اسلام اور مسلمانوں کے مخالف ہیں لیکن ان کی مخالفت میں مختلف افراد اور طبقات کے لحاظ سے کمی بیشی ہوتی رہتی ہے وہ مستشرقین جو اسلام کے خلاف تعصب میں سب سے آگے ہیں اور جنھوں نے اسلام کے خلاف ایسے ایسے افسانے گھڑے ہیں جن کی کوئی بنیاد نہیں ان میں یہودیوں کا حصہ سب سے زیادہ ہے۔

آج کے عالمی حالات پر اگر ایک اچٹتی سی نگاہ دوڑائیں تو اس بات میں کوئی شک باقی نہیں رہ جاتا کہ گو بہ ظاہر یہودی اسرائیل کی ایک سی ریاست کے مالک ہیں لیکن عملاً وہ اس وقت دنیا پر حکمرانی کرر ہے ہیں۔ دنیا کی مالیات پر ان کا قبضہ ہے۔ الیکٹرانک میڈیا ان کے کنٹرول میں ہے۔ امریکہ اسر اقوامِ متحدہ کا ادارہ ان کی مٹھی میں ہے۔ دنیا بھر میں بے شمار روزنامے اور مجلّے یہودیوں کے زیرِ تصرف ہیں اور یہودی اپنی دولت اور اپنے دیگر وسائل کو اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لیے جائز و ناجائز دونوں طریقے پر استعمال کرنے میں ماہر ہیں۔

یہودیوں کی اسلام دشمنی کب سے شروع ہوئی؟

اسلام نے یہود و نصاریٰ کو عسکری میدانوں میں شکستیں دی تھیں عیسائیت اور یہودیت کے جزیرۂ عرب اور گرد و نواح میں پھیلنے کے جو واضح امکانات موجود تھے اسلام نے ان کو ختم کر دیا تھا۔ بت پرستوں کے مقابلہ میں اہل کتاب ہونے کی وجہ سے یہود و نصاریٰ کو سماجی برتری حاصل تھی۔ بت پرستوں کے مسلمان ہوجانے سے وہ بھی ختم ہوگئی۔ اہل کتاب کے علما اور راہبوں کو جو سماجی حیثیت حاصل تھی اور اس سماجی حیثیت کے سہارے وہ جس اقتصادی خوش حالی سے لطف اندوز ہور ہے تھے اسلام نے اس کا خاتمہ کر دیا تھا، اسلام نے نہ صرف عرب وحجاز میں یہود و نصاریٰ کا وقار ختم کیا بل کہ ان سے کئی ممالک چھینے اور ممالک کے ساتھ ساتھ اس کی عوام کی اکثریت کے دلوں کو بھی فتح کرلیا۔

یہودیوں نے اسلام دشمنی کا بیج اپنے دلوں میں اسی دن بولیا تھا جب انھوں نے محسوس

کیا تھا کہ نبوت و رسالت کا منصبِ اعظم بنو اسرائیل سے منتقل ہو کر بنو اسماعیل کے پاس چلا گیا ہے۔ انھوں نے شجرِ اسلام کی بیخ کنی اسی دن سے شروع کر دی تھیں۔ لیکن ان کی دشمنیاں جتنی شدید ہوتی گئیں اسلام کے شجرِ طیبہ کی جڑیں اتنی ہی مضبوط ہوتی گئیں۔ ان کی مسلسل ناکامیوں نے اسلام دشمنی کے اس پودے کو تناور درخت بنا دیا جس کا بیج طلوعِ اسلام کے ساتھ ہی ان کے دلوں میں بو دیا گیا تھا۔ ان کے حسد، بغض، کینہ اور سفلہ پن کی اس وقت کوئی انتہا نہ رہی جب اسلام اس رنگ میں جلوہ گر ہوا جس کو پروردگارِ عالم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

الم تر کیف ضرب اللہ مثلاً کلمة طیبة کشجرة طیبة اصلھا ثابة و فرعھا فی السمآئ۔ توتی اکلھا کل حین باذن ربھا ۔ویضرب اللہ الامثال للناس لعلھم یتذکرون۔(سورة ابراہیم آیت ۲۴/۲۵)

”کیا تم نہ دیکھا اللہ نے کیسی مثال بیان فرمائی پاکیزہ بات کی، جیسے پاکیزہ درخت جس کی جڑ قائم اور شاخیں آسمان میں ہیں، ہر وقت اپنا پھل دیتا ہے اپنے رب کے حکم سے اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان فرماتا ہے کہیں وہ سمجھیں۔“ (ترجمہ کنز الایمان)

یہ بات یہودیوں کے لیے کتنی تکلیف دہ تھی کہ اسلام کے جس پودے کو جڑوں سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے وہ ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے وہ ایک تناور درخت بن گیا تھا۔ اسلام کو ختم کرنے کی انھوں نے اس وقت بھی کوششیں کیں جب مسلمانوں کو غیر مسلم طاقتیں کمزور سمجھتی تھیں۔ انھوں نے اسلام کو خلاف سازشیں بھی کیں۔ مسلمانوں کے خلاف انھوں نے مختلف حربے استعمال کیے۔ اور جب انھوں نے ان سے بیت المقدس چھین لیا اور اس کے جھنڈے اسپین اور سسلی پر لہرا رہے ہیں اور اس کی فوجیں قلبِ یورپ کے دروازوں پر دستک دے رہی ہیں تو انھوں نے صلیبیں اپنے گلوں میں لٹکائیں اور تلواریں اپنے ہاتھوں میں لیے مسلمانوں کے مقابلے میں آ گئے۔ صلیبی جنگوں میں کئی صدیوں کی مسلسل ناکامیوں کے بعد انھوں نے صلیب اور تلوار ہاتھ سے رکھ دی اور قلم و کاغذ کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مصروفِ پیکار

ہو گئے۔ جب ان کے تیار کردہ زہریلے لٹریچر نے مسلمانوں کو اپنے دین سے بیگانہ کر دیا اور وہ کمزور ہو گئے تو یہی لوگ عادل اور رحم دل حکمرانوں کے روپ میں اسلامی ممالک میں چھا گئے انھوں نے مسلمانوں کو اپنے دین سے دور اور عیسائیت سے قریب کرنے کے لیے کتابیں لکھیں ۔اسکول اور کالج قائم کیے، اسپتال قائم کیے اور ان میں مریضوں کا مفت علاج کروانے کا ڈھونگ رچایا، خیراتی ادارے اور تنظیمیں قائم کیں، اور اپنے آپ کو دکھی انسانیت کا سب سے بڑا ہمدرد ظاہر کر کے دنیا کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ صرف ان کا دلین ہی اپنے دامن میں دکھی انسانیت کے لیے نجات اور فلاح کی خوش خبری لے کر دنیا میں جلوہ گر ہوا ہے۔ یہودیوں نے اسپتالوں میں مریضوں کی جسمانی بیماری کا علاج کیا لیکن انھیں روحانی کمریض بنادیا، انھوں نے اسکولوں میں تعلیم کے نام پر بچوں کو جہالت کا درس دیا اور دکھی انسانیت کو ایمان کے بدلے چند سکے دے کر خوش کرنے کی کوشش کی، یہودیوں کا یہ طبقہ پہلے بھی مصروفِ عمل تھا اور آج بھی۔ کبھی اس نے علانیہ مسلمانوں کو زہر کا پیالہ پلانے کی کوشش کی اور کبھی اسی زہر کو شہد میں ملا کر بڑی شفقت سے مسلمانوں کے سامنے رکھا، دشمنوں کے اس گروہ سے محتاط رہنا مسلمانوں کے لیے انتہائی ضروری ہے۔

مسجدِ اقصیٰ کی شہادت اور ہیکلِ سلیمانی کی تعمیر

پچھلے ڈھائی ہزار سال سے یہودی دنیا پر حکومت کرنے کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ یہودی دانشوروں اور لیڈروں کا کہنا ہے کہ اب اس خواب کو عملی جامہ پہنانے کا وقت آ چکا ہے۔ اسرائیل کا قیام اس خواب کا پہلا قدم ہے۔ دوسرا قدم یروشلم اور مسجد اقصیٰ پر قبضہ کرنا تھا۔ یہودیوں کا ماننا ہے کہ اس جگہ پر ڈھائی ہزار سال پہلے بہت ہی عظیم الشان سلیمانی مندر تھا۔ یہ مندر جسے وہ ہیکل سلیمانی کہتے ہیں۔ یہودیوں کی عظمت کی نشانی ہے۔ اسے رومن بادشاہوں نے تباہ کر دیا تھا۔ جب تک ہیکل سلیمانی دوبارہ تعمیر نہیں ہوگا دنیا میں یہودیوں کی

بادشاہت قائم نہیں ہوسکتی۔اس ہیکل سلیمانی کودوبارہ تعمیر کرنا دنیا کے ہر یہودی کا خواب ہے۔دنیا کے یہودی اپنی دولت، صلاحیت اور طاقت اس ہیکل کی تعمیر پر صرف کرنے کے لئے تیار ہیں۔۱۹۶۸ء میں جب یہودیوں نے یروشلم پر قبضہ کیا تھا، اس کے بعد سے وہ دن رات مسجد اقصیٰ کوشہید کرکے ہیکل سلیمانی تعمیر کرنیکی سازشیں کررہے ہیں۔اس سازش میں امریکی یہودی پیش پیش ہیں جواس خواب پورا کرنے کے لئے اربوں ڈالرخرچ کررہے ہیں۔یہودیوں کا ماننا ہے کہ ہیکل سلیمانی آسمان سے اترے گااور پھر یہودیوں کی عظمت کا دورشروع ہوگا، جودو ہزار برس تک قائم رہے گا۔یہودی دنیا کی سب سے سپر پاور طاقت بن جائیں گے۔اس کے بعد قیامت آئے گی اور دنیا تباہ ہوجائیگی۔یہودی مذہبی رہنما، سیاست داں، بزنس مین اور دانشور سمجھتے ہیں کہ پچھلے ڈھائی ہزار برس میں یہودی اتنے طاقتور نہیں بنے جتنے کہ آج ہیں۔آج ان کا دنیا کی سب سے بڑی طاقت امریکہ پر قبضہ ہے۔ان کی دشمن طاقتیں پہلے جرمنی اور پھر روس تباہ ہوچکے ہیں۔اب ان کی تیسری دشمن بنی اسلامی دنیا، اسلامی دنیا کے سب سے بڑے مخالف یاسر ورفات اور صدام حسین مارے جاچکے ہیں۔عالم اسلام میں انتشار ہے، فلسطینی، فلسطینیوں کا خون بہارہے ہیں، مسلمان، شیعہ، سنی میں بٹ کرخانہ جنگی کا شکار ہیں اس لئے یہی سب سے بہتر موقع ہے کہ کسی بہانے مسجد اقصیٰ کوشہید کردیا جائے۔یہودی مانتے ہیں کہ مسجد اقصیٰ کی تباہی کے بعد ایک عظیم الشان ہیکل سلیمانی کا نقشہ آسمان پر ابھرے گااور مسجد کی جگہ لے لے گا۔اس مسجد کی تباہی کے ساتھ عرب دنیا سے مسلمانوں کا زبردست زوال شروع ہوگااور اسرائیل، مکہ، مدینہ سے لیکر مصر تک اپنا عظیم ترین اسرائیل بنانے کا خواب پورا کرلے گا۔تیل کی دولت پر اس کا قبضہ ہوگااور پھر وہ اپنے سائنسداں اور ماہرین کی مدد سے دنیا کی سب سے بڑی طاقت بن جائے گا، اس کے لئے عیسائی دنیا اور ہندو دنیا کی ضرورت ہوگی۔اس وقت یہودی وصیہونی تنظیمیں امریکہ، یوروپ، بھارت، چین کواپنے جال میں پھانسنے کے لئے اربوں ڈالرخرچ کررہے ہیں (ہندوستانی مسلمانوں سے نپٹنے کے لئے ہندو۔یہودی (اسرائیلی) اتحادتو ہوہی چکا ہے یہ

اتحاد ۲۰۰۶ء میں ہوا) ہر ملک کی میڈیا پر قبضہ کر رہے ہیں، یہ صیہونی پلان ہے جس کی تیاری یہودی دنیا پچھلے کئی سالوں سے کر رہی تھی آج مسجد اقصیٰ کے ارد گرد اس طرح کھدائی کی جارہی ہے کہ اندر ہی اندر یہ مسجد کمزور ہو کر کسی بھی لمحہ زمین بوس ہو جائے اس مسجد کے گرتے ہی پوری دنیا میں ہنگامے شروع ہو جائیں گے اس کا فائدہ اٹھا کر اسرائیلی فوج اس پورے علاقہ پر قبضہ کرلے گی اور پھر راتوں رات ہیکل سلیمانی کی تعمیر شروع ہو جائے گی۔

آج یروشلم میں جو ہو رہا ہے وہ اچانک نہیں ہو رہا ہے۔ایک قدیم پلان کے تحت ہو رہا ہے اسرائیلی قیادت میں البتہ اس بات پر اختلاف ہے کہ اس منصوبہ پر عمل درآمد کا وقت آچکا ہے یا ابھی کچھ اور انتظار کی ضرورت ہے۔اسرائیلی وزیر دفاع ''امیر پریٹز'' کا کہنا ہے کہ اسرائیل کو ابھی انتظار کرنا چاہئے اور پہلے ایران، حزب اللہ اور شام کی حکومت کو ٹھکانے لگا نا چاہئے۔اسرائیلی فوج کے کمانڈر جنرل ''ایموس گلاد'' کا ماننا ہے کہ اس وقت کاروائی سے دنیا کے مسلمان متحد ہو جائیں گیا وراس سے اسرائیل کیلئے دنیا کو شیعہ۔سنی کیمپوں میں بانٹنے کا پلان فیل ہو جائیگا۔انہوں نے اسرائیل کے وزیر اعظم ''ایہوداولمرٹ'' کو مشورہ دیا ہے کہ وہ مسجد اقصیٰ کو گرانے کے پلان کو کم از کم ایک سال کے لئے ملتوی کر دیں۔مگر عالمی یہودی تنظیمیں اور دنیا کے ارب پتی یہودی تاجر جو اس پلان کی تکمیل پر پچھلے سو برس سے دولت لٹا رہے ہیں اب مزید انتظار نہیں کر سکتے۔وہ کہتے ہیں کہ یہ مسجد اقصیٰ کو شہید کرنے کا صحیح وقت ہے، اس سے عالم اسلام میں جو انتشار پیدا ہو گا اس کے نتیجہ میں امریکہ اور یوروپ پوری طاقت سے اسلامی دنیا پر حملہ کرنے ہر مجبور ہو جائیں گے۔عالمی رائے عامہ بھی اس وقت اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہے۔مسجد اقصیٰ کی شہادت سے عراق، ایران کا مسئلہ سیاسی نہیں مذہبی بن جائے گا اور پوری دنیا کے غیر اسلامی ملکوں اور تہذیبوں کو متحد کر کہ اسلام کے خلاف جنگ چھیڑی جاسکی گی۔ایسا لگتا ہے کہ فی الحال یہودی مسجد اقصیٰ کے گرد کھدائی کر کہ عالم اسلام کے ردعمل کو بھانپ رہے ہیں اگر رد عمل کمزور ہوتا ہے تو وہ اپنی کاروائی جاری رکھیں گے اور ردعمل سخت ہوتا ہے تو وہ چند مہینوں کے

لئے اپنہ کاروائی بند کر دیں گے تا کہ عالِ اسلام میں اختلافات اور بڑھ جائیں۔ایران اور سعودی عرب میں جنگ چھڑ جائے،مسلمان مختلف فرقہ میں بٹ جائیں اور پھر موقع کا فائدہ اٹھا کراچانک مسجد اقصیٰ پر قبضہ کرلیا جائے اور یہاں ہیکل سلیمانی تعمیر کرنے کے شیطانی خواب کو پورا کردیا جائے۔

مسجدِ اقصیٰ کے احاطے میں یہودی معبد کا سنگِ بنیاد

آخر کار اسرائیل نے مسجدِ اقصیٰ کے احاطے میں ایک کنیسہ کی تعمیر کا سنگِ بنیاد رکھ ہی دیا ہے،عبرانی اخبار''ہارٹیز'' کی رپورٹ کیمطابق حکومت طویل عرصہ سے مسجد اقصیٰ کے احاطے میں یہودی عبادت خانے پر غور کررہی تھی تاہم اب یوکرائن کے تعاون سے معبد کا باقاعدہ سنگ بنیاد رکھ دیا گیا۔مسجد اقصیٰ کے جنوبی دروانے کے قریب اور قبۃ الصخرہ سے چند میٹر کے فاصلے پر معبد ۱۴۱۴ مربع میٹر رقبے پر پھیلا ہوا ہے۔جس میں مسجد اقصیٰ کے احاطے کا بھی بڑا حصہ شامل ہے۔دوسری طرف ایک انتہا پسند یہودی تنظیم نے دعویٰ کیا ہے کہ مسجد اقصیٰ کے احاطے میں معبد کی تعمیر ہیکل سلیمانی کی تعمیر کی طرف ایک اہم قدم ہے۔اس معبد کا سنگ بنیاد ۱۸ ستمبر ۲۰۰۷ء میں رکھا گیا ہے اسی سے یہودی حضرات کی خفیہ مہمات کا جائزہ لیا جاسکتا ہے۔کہ وہ مسجد اقصیٰ کو ڈھانے کے درپے ہیں۔

یہودیوں کا تبلیغی مشن

پوپ نے عیسائیت کے مسائل کو حل کرنے کیلئے،اور اپنے مشن ''واٹیکن کونسل'' کے نام سے ایک اعلیٰ سطحی ادارہ قائم کیا۔اس ادارے نے ۶۵۔۱۹۶۲ کے طویل عرصے میں کچھ اجلاس منعقد کئے۔ان اجلاس کو مجموعی طور پر''دوسری واٹیکن کونسل'' کا نام دیا گیا۔جس نے نوسٹرا آمیٹ (**Nostra Aetate)** ہمارا دور نامی دستاویز مرتب کی جوان کے اہداف اور طریقہ کار پر روشنی ڈالتی ہے۔اس دستاویز کو رومن کیتھولک چرچ کی باقاعدہ تعلیمات کا ایک حصہ تسلیم کیا

گیا ہے۔کیتھولک عیسائیوں نے ''سکریڑیٹ فارنان کرسچن'' کے نام سے ایک ارادہ قائم کیا جو اب ''یونیفیکل فار انٹر ریجیس ڈائیلاگ'' کہلاتی ہے۔اس ادارے کا مقصد یہ ہے کہ اپنے فرقے کے لوگوں کو دوسرے اہل مذاہب کے ساتھ مکالمے کی تعلیم و تربیت دی جائے اور انکے لئے کتب، رسائل، اور اخبارات شائع کئے جائیں۔تاکہ ان تربیت یافتہ لوگوں کو مسلسل رہنمائی، تازہ صورتحال سے واقفیت اور امداد حاصل رہے۔انہوں نے ۱۹۶۹ میں اپنے قواعد و اصول شائع کئے۔قاہرہ سے مسلمانوں کا پہلا وفد ۱۹۷۰ میں روم میں واقع سکریڑیٹ گیا تھا۔نوسٹرا آئیٹ نامی اعلان کے بعد مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان یہ پہلا باقاعدہ آمنا سامنا تھا۔اگرچہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان مکالمے کی تاریخ بہت طویل ہے لیکن ۱۹۷۰ کا سال ان دونوں کے درمیان مکالمے کی تاریخ کا ایک اہم موڑ ہے کئی سالوں پر محیط غور و خوض کے بعد'' ورلڈ کونسل آف چرچیز'' نے ۱۹۷۰ میں دنیا میں پائے جانے والے دوسرے مذاہب اور ادیان سے مکالمے کا آغاز کیا ہے اس کونسل نے ایک سال بعد ''زندہ مذاہب کے لوگوں سے مکالمہ'' کے نام سے ایک یونٹ قائم کی گئی ۱۹۹۰ میں یہ یونٹ سکریڑیٹ آف ورلڈ کونسل آف چرچیز میں ضم کر دی گئی جو اب آفس دا انٹر ریجیس ریلیشنز (Office on the Inter Relagious Relations) کہلاتا ہے۔

سترہوی صدی عیسوی کے آغاز میں فرانس کے یہودی تبلیغی مشن شام پہونچے۔انہوں نے وہاں مدارس اور دوسرے تعلیمی ادارے قائم کئے۔انہوں نے کئی کتابیں بھی چھاپیں۔اس کے بعد امریکہ بھی میدان میں آ گیا اور انہوں نے بھی اپنے تبلیغی مشن ممالک اسلامیہ میں بھیجنے شروع کر دئے۔کچھ عرصہ بعد جرمنی اور برطانیہ نے بھی فرانس اور امریکہ کی تقلید کی۔ان تبلیغی مشنوں کا نشانہ پورا عالم اسلام تھا۔مختلف ممالک سے جو مشن و عالم اسلام میں وارد ہوئے ان کے حالات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مشن صرف کنیسہ کی کوششوں سے عالم اسلام میں وارد نہیں ہوئے تھے بلکہ ان مشنوں کو بھیجنے میں ان ممالک کی حکومتوں کا بڑا دخل تھا۔یہی وجہ ہے کہ

فرانس کا پہلا مشن شام میں کچھ عرصہ کام کرنے کے بعد مالی مجبوریوں کی وجہ سے واپس چلا گیا۔ لیکن امریکہ کے تبشیری مشن (یعنی وہ لوگ اسلامی شخصیتوں اوران کے کردار پر بحث کریں) شام پہنچے توفرانس کودوبارہ اپنا مشن شام بھیجنا پڑا کیونکہ وہ امریکہ کے لئے میدان خالی نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ممالک ماسلامیہ میں جو یہودی مشن معروف عمل تھے انکا تعلق مختلف ممالک سے تھاان ممالک کے مفادات ایک دوسرے سے ٹکراتے تھے اور ان مشنوں میں یہودیوں کے مختلف فرقوں کی نمائندگی کرنے والی جماعتیں موجود تھیں اس لئے اسلامی ممالک میں وہ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے کوششوں مصروف تھے۔

ڈاکٹر محمد ابراہیم الفیومی نے اپنی کتاب ''۔الاستشراق فی رسالہ الاستعمار''۔ میں اان تبلیغی مشنوں کے حالات بڑی تفصیل سے لکھے ہیں وہ اہل مغرب کے رویئے سے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔''اہل مغرب اپنے ممالک میں مذہب کے خلاف مصروف پیکار ہیں لیکن وہی لوگ یہودی مبلیغین کوممالک اسلامیہ کے طول وعرض میں یہودیت کی تبلیغ کے لئے بھیجتے ہیں''۔

یہودیوں نے انڈونیشیاء کواپنی تبلیغی سرگرمیوں کے لئے خصوصی طور پر منتخب کیا۔ یہاں ان کی شروعات ۱۵۰۰ء سے شروع ہوئی جب پرتگالیوں نے ان جزائر پر قدم رکھا تھا۔ان کی کوششیں زور وشور سے جاری رہیں حتی کہ انہوں نے ۱۹۶۷ء میں''مالانج'' کے شہر میں ایک کانفرنس منعقد جس میں فیصلہ کیا گیا کہ جزیرہ جاوہ کے مسلمانوں کو یہودی بنانے کا کام ۲۰ سال میں کیا جائے اس وقت جزیرئے جاوہ میں ۶۵ ملین مسلمان آباد تھے اسی کانفرنس میں پورے انڈونیشیاء کے (۱۳۰۰) تیرہ ہزار سے لیکر تیرہ کرور مسلمانوں کو یہودبنانے کے لئے ۵۰ سال کا ہدف مقرر کیا گیا۔ یہودی ممالک کی بے پناہ امداد کی وجہ سے انڈونیشیاء میں یہودی مشن کا طوفان جس انداز سے پھیلا اس کا اندازہ اس بات سے لگائے کہ ۱۹۷۵ء میں ''یہودا کونسل آف انڈونیشیائ'' کے اعداد وشمار کے مطابق اس ملک میں گرجے،۳۸۹۷ پادری

اور ۸۵۰۴ جزوقتی مبلغ تھے۔

لیکن جس یہودیت کو پھیلانا چاہتے تھے اسکی تعلیمات میں اتنی جان نہیں تھی کہ وہ کسی سلیم الفطرت اور عقل سلیم رکھنے والے انسان اپنی طرف مائل کر سکیں اور اس کی کمی کو پورا کرنے کے لئے انہوں نے جو حربے استعمال کئے ان کا اثر دل تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ کیونکہ

ہے

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
جتنا ہی دباؤ گے اتنا ہی ابھرے گا

حکومتی اور تجارتی اداروں سے یہودیوں کا رابطہ

یہودیوں نے ممالک اسلامیہ میں مختلف ناموں کی تنظیموں کے تحت جتنی کاروائیاں کیں ان کے مقاصد ایک ہی تھے لیکن چونکہ انہوں نے مختلف بھیس بدلے ہوئے تھے اس لئے عموماً لوگ یہ محسوس کرتے ہیں کہ اہل مغرب کی مختلف تنظیمیں مختلف مقاصد کے تحت سرگرم عمل رہی ہیں۔ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کوئی علم کا پیاسا تھا جو علم کی پیاس بجھانے کے لئے مشرق کے کونے کونے میں پھرتا رہا، کوئی تاجر تھا جو اپنی تجارتی سرگرمیوں کو وسعت دینے کے لئے نئے امکانات کی تلاش میں تھا۔ کچھ لوگ وہ تھے مذہب کا جھنڈا اکناف عالم میں لہرانا چاہتے تھے اور اس جذبے کے تحت مشرق خصوصاً ممالک اسلامیہ میں سرگرم عمل تھے۔ کچھ لوگ وہ تھے جو ممالک اسلامیہ کو اپنے سیاسی تسلط میں لانے کے لئے تدبیریں سوچ رہے تھے یہ سب لوگ اپنے اپنے میدان میں سرگرم عمل تھے اور ان کا کوئی باہمی تعلق نہ تھا۔

لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے ان مختلف مقاصد کے حامل لوگ مشرق میں بالکل یک جان تھے اس کی وجہ یہ ہے کہ انفرادی طور پر ان میں سے کوئی تنظیم بھی تنہا اپنے مقاصد حاصل نہ کر سکتی تھی سیاستدانوں کے لئے ضروری تھا کہ وہ اپنے قدم ان ممالک میں جمانے سے پہلے

ایسا بھیس بدلیں جو مقامی لوگوں کے دلوں میں نہ کھٹکے۔علمی کام کرنے والوں اور تبلیغی فریضہ انجام دینے والوں کے لئے ضروری تھا کہ انہیں ایسے لوگوں کا تعاون حاصل ہو جوان کی مالی معاونت بھی کریں اور انہیں تحفظ بھی فراہم کرے۔اجنبی علاقوں میں اپنی تجارت کو وسعت دینے والے بھی دوسروں سے بے نیاز نہیں ہو سکتے تھے۔اس لئے وہ سب یک جان ہو گئے۔

جو لوگ یہودیت کا جھنڈا ساری دنیا پر لہرانا چاہتے تھے انہیں اس صورت حال سے بہت فائدہ پہنچا۔مغربی حکومتوں نے بھی ان کے ساتھ دل کھول کر ساتھ دیا اور سرمایہ داروں نے بھی دل کھول کر تعاون کیا۔یہودیوں نے مغربی ممالک میں جو بے شمار اسکول، ہسپتال، ڈسپنسریاں اور خیراتی ادارے قائم کئے جو اس بات دلیل ہیں کہ ان پشت پناہی ان کی حکومتیں کر رہی ہیں۔واسکوڈی گاما(کہا جاتا ہے کہ واسکوڈی گاما نے سب سے پہلے بحری راستے سے ہندوستان دریافت کیا یہ غلط ہے بلکہ مسلمانوں نے دریافت کیا جب واسکوڈی گاما ہندوستان پہنچا تو اسے مسلمانوں کی جماعت دکھائی دی) نے ۱۴۹۸ء میں اہل مغرب کے لئے ہندوستان کا راستہ دریافت کیا۔اس کے بعد پرتگالیوں نے اپنی اس سلطنت کی بنیادیں رکھنا شروع کر دیں جس کی حدیں مالقہ سے ہندوستان اور سیلون کی پھیلی ہوئی تھیں۔ان حکمرانوں کے بعد پرتگالی تاجر آئے جنہوں نے اپنے حکمرانوں کی پشت پناہی میں مشرقی تاجروں کا مقابلہ کیا،ان کے بعد یہودی آئے اور انہوں نے اپنی حکومتوں کے زیر سایہ اپنی سرگرمیاں شروع کیں۔

یہودیوں کی سب سے بڑی برطانوی کونسل نے ۱۹۱۰ء میں ہندوستان میں اپنے کام کا جائزہ لیتے ہوئے اعتراف کیا کہ ''دو ہزار یہودی مراکز،ایک ہزار مدرسے اور سینکڑوں تبلیغی مہمیں سرگرم عمل ہیں۔ان کے علاوہ ایک اعلیٰ تعلیم کا مدرسہ بھی ہے جس میں مسلمان بھی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔یہودی کوششوں کی ان کامیابیوں کا سبب وہ تعاون اور امداد ہے جو یہودیوں کو مسٹر لورنس،سر منٹگمری اور کرنل مارٹن کی طرف سے حاصل ہوتی ہے۔جن کے ہاتھوں میں پنجاب کی

زمام اقتدار ہے ان کے اس تعاون کے سبب یہودی تبلیغ کا میدان وسیع سے وسیع تر ہوگیا۔ کثرت سے اسکول اور ہسپتال قائم کئے گئے ہیں۔ کتابوں کے اردو اور سندھی و دیگر زبان میں تراجم ہوئے ہیں۔ اور اس تبلیغی مہم کو آگے بڑھانے کے لئے رئیسوں اور سرمایہ داروں کے خزانوں کو خالی کیا جارہا ہے"''۔

یہودیوں کے مختلف شعبوں کی مالی معاونت جو پہلے مغربی ممالک نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی وہ بعد میں دینی اور اقتصادی اور سیاسی تنظیموں نے شروع کردی۔ ان تنظیموں نے یہودیوں کی دل کھول کر امداد کی۔ اس کی واضح مثال ایک یہ ہے کہ" ڈاکٹر متیشل" نے" اخوان المسلمین" کے عنوان پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے لئے مقالہ لکھا اور اس تحقیقی کام کے لئے سارے اخراجات" فورڈ کمپنی" نے برداشت کئے۔ یہی نہیں بلکہ ۱۹۶۰ء کے زمانے میں امریکہ میں علوم شرقیہ کے کئی ایسے ادارے قائم تھے جن کے اخراجات" فورڈ کمپنی" برداشت کرتی تھی۔

یہودی گو عیسائیوں کے دشمن ہیں لیکن جن ممالک اسلامیہ میں عیسائی مبلغین مصروف کار تھے ان کے لئے یہودیوں نے بھی دل کھول کر تعاون کیا۔ انہوں نے نہ صرف ان کے لئے اپنی تجوریوں کے منہ کھولے بلکہ" گولڈزیہر، بندلی جوزی اور یوری ایفانوف" جیسے جہاں دیدہ اور ہوشیار لوگوں کو ان کی صفوں میں شامل کرکہ ان کے کام کو آسان بنایا۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ اہل مغرب کے اس رویہ کو پیش نظر رکھے کہ دو چیزیں جن کو اہل مغرب نے خود فضول اور بے کار سمجھا انہیں ممالک اسلامیہ میں رائج کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ ایک کہ سائنس کے میدان میں مسلمانوں نے جس تجرباتی اسلوب کی بنیاد رکھی تھی۔ اس کو اپنا کر اہل مغرب نے یونانیوں کے جامد فلسفہ سے خود تو جان چھڑا لی لیکن اس جامد فلسفہ کو مسلمانوں میں پھیلانے کی بھرپور کوشش کیں۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ اسلامی تاریخ کو ہر قسم کی خوبیوں سے معرا ثابت کرنے کے لئے سائنس کی موجودہ ترقیوں کا سہرا یونانیوں کے سر باندھتے ہیں۔ دوسری طرف عسائی جو سینٹ پال کے ذہن کی اختراع تھی اور جس نے صدیوں یوروپ کو جہالت اور ظلم کی تاریکیوں میں مقید

رکھا۔اس مذہب سے انہوں نے تو خود جان چھڑا لی لیکن انہوں نے مسلمانوں کو اس وبا کا شکار بنانے کے لئے اپنی پوری طاقت وتوانائی لگادی ۔اس مقصد کے لئے پروٹسٹنٹ کیتھولک سے مل گئے اور یہودی عیسائی سے ۔مذہبی علماء اور سائنسداں ایک جھنڈے تلے جمع ہو گئے ان کے اس رویے کی وجہ ظاہر ہے اور وہ یہ ہے کہ ان کا دشمن مشترک تھا۔وہی دشمن ان سب کے مقاصد کی تکمیل کے راستوں میں رکاوٹ تھا اور اس رکاوٹ کو ہٹانے کے لئے انہوں نے اپنے سارے باہمی اختلافات اور جھگڑے نظرانداز کر دیئے ۔سچ فرمایا علیم وخبیر رب نے۔

"یا ایھا الذین امنوا لاتتخذوا الیھودا والنصری اولیاء بعضھم اولیاء ،ومن یتولھم منکم فانہ منھم ان اللہ لا یھدی القوم الظلمین"۔(المائدۃ، ۵۱)

"اے ایمان والو! نہ بناؤ یہودونصاری کو اپنا دوست ،وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں ۔اور جس نے دوست بنایا انہیں تم میں سے تو وہ انہیں میں سے ہے بے شک اللہ تعالی ہدایت نہیں دیتا ظالم قوم کو"۔(کنزالایمان شریف)

امریکہ میں علوم شرقیہ کی تحصیل اور اسلام کے خلاف جہاد کے لئے جو کوشش جاری وساری تھیں اور جاری ہے ۔ ان کے لئے فورڈ ،کفلر اور کرینجی اور ان جیسی پچاس کمپنیاں سرمایہ فراہم کر رہی ہیں۔مشہور مستشرق "فلسنک" نے "المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث" (حدیث رسول ﷺ کے عربی الفاظ کا ایک بحر ذخار ہے جس میں حدیث میں آئے عربی الفاظ کو لغت کی شکل میں مرتب کی گیا ہے) مرتب کرنے کا بیڑا اٹھایا تو اس منصوبے کے لئے مالی امداد مہیا کرنے والوں میں ہالینڈ ،برطانیہ،فرانس،امریکہ،اٹلی ،یوگوسلاویہ،سویڈن ،ڈنمارک اور ناروے کے کئی سرکارے ادارے شامل تھے۔

اس بات میں شک نہیں کہ مغربی حکومتیں یہودیوں کو ہر قسم کی مالی امداد مہیا کرتی ہے ۔حکومتوں کے علاوہ متعدد تجارتی کمپنیاں بھی اس کام میں شریک تھیں لیکن اس سخاوت کا سبب ان کے دین سے محبت نہ تھی بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہودی مبلغین اپنے کام کے ساتھ ساتھ ان

سیاستدانوں اورتاجروں کے لئے بھی مشرق میں راستہ ہموار کرتے تھے۔مبلغین اسکول،ہسپتال ،فلاحی اورخیراتی ادارے قائم کرکہ اورمختلف طریقوں سے ضرورت مندلوگوں کی مدد کرکہ مشرقی لوگون کے دلوں میں اہل مغرب کے لئے اچھے جذبات پیدا کرتے تھےجس کی وجہ سے اہل مغرب کوان ممالک میں اپنی سیاسی اورتجارتی کاروائیوں کے لئے مناسب ماحول میسر آجاتا تھا۔اس کے علاوہ یہودی ممالک شرقیہ میں ایسے آدمی تیار کرتے تھے جواپنی ساری صلاحیتیں اپنے ممالک میں مغربی سیاستدانوں اورتاجروں کی خدمت کے لئے وقف کردیتے تھے۔اورآج بھی پوری دنیا میں یہودیون کے مبلغین اسی اندازمیں سرگرم عمل ہیں اوردنیاوی طاقتیں انہیں بھرپورامدادفراہم کررہی ہیں۔عراق،افغانستان،غزہ،اورمختلف اجرے ہوئے مقامات پریہ لوگ کام کرکہ لوگوں کواپنا بنارہے ہیں۔۔۔اورہم۔۔۔؟؟

تحریف شدہ تورات کی تاریخی حیثیت

یہودیوں نے جہاں اپنے نبیوں کوقتل کیااوراپنی کتابوں میں تحریفیں کیں وہیں انھوں نے اپنی آسمانی کتاب تورات کی پوری حقیقت ہی بدل ڈالی پیش ہے تورات کی حقیقت کے تعلق سے چند باتیں۔

قرآن مقدس کےنزول کے بعدمکہ مکرمہ کی حسین وادی میں حضورﷺ کاداعی اسلام بن کرآنا۔سابقہ آسمانی کتابوں اورسابقہ شریعتوں کےمنسوخ ہونے کااعلان ہے۔سنت رسول ﷺ کی روسے پچھلی تمام شریعتیں منسوخ ہوگئیں نہ تواب تورات،انجیل،زبورپرعمل کرناہوگا بلکہ صرف اورصرف قرآن ہی پرعمل ہوگا۔لیکن ایک مسلمان کے لئے لازم اورضروری ہےکہ قرآن مقدس کےساتھ ساتھ سابقہ کتابوں پربھی ایمان کامل رکھے۔آج ان کتابوں پرایمان اس طرح لایا جائےگا کہ جوکچھ خالق کائنات نےآسمانی کتابوں میں فرمایاتھاوہ سب برحق اوراس زمانے کے لئے واجب العمل تھا۔لیکن یہ کتابیں اپنے ماننے والوں کی تحریف کاشکارہوکراپنی اصلیت کھوچکی

ہیں ۔اسی لئے قرآن مقدس نے جہاں تورات، انجیل وغیرہ کتب کے منزل من اللہ ہونے اور قرآن سے پہلے انسانوں کے لئے سرچشمہ ہدایت ہونے کی تصدیق کی وہی یہ بھی اعلان کیا کہ اس کے ماننے والے خود اس میں تحریف کر ڈالے گے اور اس کے بعض حصے خود ہی بنا ڈالے گے قرآن اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ۔

" والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک و با لاخرة ھم یوقنون "۔(سورة البقرہ، آیت ۴)

" اور وہ کہ ایمان لائیں اس پر جو اے محبوب تمہاری طرف اترا اور جو تم سے پہلے اترا اور آخرت پر یقین رکھیں"۔

""""نزل علیک الکتاب بالحق مصدقا لمابین یدیه وانزل التورة والانجیل من قبل ھدی للناس وانزل الفرقان"۔(آل عمران۔آیت ۳۔۴)

" اس نے تم پر یہ سچی کتاب نازل فرمائی۔اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی اور اس نے اس سے پہلے تورات اور انجیل اتاری لوگوں کو راہ دکھاتی اور فیصلہ اتارا"۔

"افتطمعون ان یومنوا لکم وقد کان فریق منھم لیسمعون کلام اللہ ثم یحرفونه من بعد ماعقلوہ وھم یعلمون"۔(سورة البقرہ، آیت۷۵)

" تو اے مسلمانو! کیا تمہیں طمع ہے کہ یہ یہودی تمہارا یقین لائیں گے اور ان میں کا تو ایک گروہ وہ تھا کہ اللہ کا کلام سنتے پھر سمجھنے کے بعد اسے دانستہ بدل دیتے"۔

اہل یہود کے تعلق سے اس طرح کی اور نشاندہی قرآن کریم میں ایک جگہ اور کی گئی ہے کہ تورات کے جو احکام ان کی خواہشات کے مطابق نہیں ہیں ان کے اندر جان بوجھ کر ردو بدل اور تحریف کرتے ہیں اور الفاظ کے معنی ومطالب اور رمفاہیم ک کو متغیر کرکہ ان سے اپنے من پسند احکام نکالتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہوا۔

"یحرفون الکلم من بعد مواضعه یقولون ان اوتیتم ھذا فخذوہ وان لم

توتوۃ فاحذروا"(سورۃ المائدہ،آیت ۴۱)

"اللہ کی باتوں کو ان کے ٹھکانوں کے بعد بدل دیتے ہیں یہ کہتے ہیں کہ یہ حکم تمہیں ملے تو مانو اور یہ نہ ملے تو بچو"۔

یہود کی تحریف کی نشاندہی اور ان کے اس مذموم فعل کی وضاحت ایک مقام پر اور قرآن میں کی گئی۔

"فویل للذین یکتبون الکتاب بایدھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ لیشتروا بہ ثمناًقلیلا فویل لھم مماکتبت ایدیھم وویل لھم ممایکسبون"۔(سورۃ البقرۃ،آیت ۷۹)

"تو خرابی ہے ان کے لئے جو کتاب اپنے ہاتھ سے لکھیں پھر کہہ دیں یہ خدا کے پاس سے ہے۔کہ اس کے عوض تھوڑے دام حاصل کریں۔تو خرابی ہے ان کے لئے ان کے ہاتھوں کے لکھے سے اور خرابی ان کے لئے اس کمائی سے"۔

مندرجہ بالا قرآنی آیات اعلان کررہی ہیں کہ یہودیوں نے اپنے پیغمبروں کو ناحق قتل کرنے کے ساتھ ساتھ ان پر نازل ہونے والی مقدس کتابوں میں بھی تحریف کرنا شروع کردیں گے۔یہاں تک کہ آسمانی کتابوں کی حقیقتِ اصلی غائب ہو جائے گی۔اور آج جو تورات دنیا میں موجود ہے اسے دیکھ کر کسی بھی ناظر کے لئے یہ معلوم کرنا آسان نہیں ہے کہ اس مجموعہ میں سے کون سی بات من جانب اللہ ہے اور کونسی تحریف کرنے والوں کی اپنی اختراع ہے۔

"وثائق یہودیت ِعظیم تو اسرائیل کے عالمی صیہونی منصوبے کی خفیہ دستاویزات "The Protocls of the Learned Elders of Zion" کا مصنف"وکڑای مارسڈن" نے تورات میں تحریف کے تعلق سے پوری ایک اچھی بحث کی ہے اس کا خلاصہ پیش ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جو آخری تقریر"کتاب استثناء" میں نقل کی گئی اس میں وہ اپنی

قوم سے بار بار یہ وعدہ لیتے رہے کہ" میں نے جو احکامات تم تک پہنچائے ہیں اپنے دل پر نقش کرنا ،اپنی آئندہ نسل کو سکھانا،گھر بیٹھے، راہ چلتے ،اٹھتے ،لیٹتے ہر وقت ان کا ذکر کرتے رہنا اور اپنے گھر کی چوکھٹوں پر بھی ان کو لکھ دینا تا کہ ہر کسی کی ان پر نظر پڑتی رہے"۔پھر اپنی آخری وصیت میں یہ بھی کہہ دیا کہ کوہ عیبال پر بڑے بڑے پتھر نصب کرکے تورات کے احکام ان پر کندہ کر دینا۔ہر ساتویں برس عید خیام کے موقع پر قوم کے مردوں،عورتوں اور بچوں کو جگہ جگہ جمع کرکے یہ پوری کتاب لفظ بہ لفظ ان کو سناتے رہنا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتنی پرزور تاکید کے باوجود بنی اسرائیل خدا کی کتاب سے غافل ہوتے چلے گئے ان کی غفلت یہاں تک بڑھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سات سو برس بعد ہیکل سلمانی کے سجادہ نشین اور یروشلم کے یہودی فرمانرواں تک کو یہ معلوم نہ تھا کہ ان کے یہاں تورات نام کی کوئی کتاب بھی موجود ہے۔علمائے یہود کا سب سے بڑا قصور یہ تھا کہ انھوں نے علم اللہ کی اشاعت کرنے کی بجائے اس کو ربیوں اور مذہبی پیشہ وروں کے ایک محدود طبقہ میں مقید کر دیا۔خلائق عامہ تو درکنار خود یہودی عوام تک کو اس کی ہوا نہ لگنے دیتے تھے۔پھر جب عام جہالت کی وجہ سے ان کے اندر گمراہیاں پھیلیں تو علماء نے نہ صرف یہ کہ ان کی اصلاح کی کوشش کی بلکہ وہ عوام میں اپنی مقبولیت برقرار رکھنے کے لئے ہر اس گمراہی اور بدعت کو جس کا رواج عام ہو جاتا اسے اپنے قول و فعل اور عمل سے سندِ جواز عطا کرنے لگے۔ان لوگون نے صرف یہی نہیں کیا بلکہ کلام الٰہی کو اپنی خواہشات کے مطابق بدلا ۔اور ساتھ میں یہ بھی کیا کہ بائبل میں اپنی تفسیروں کو،قومی تاریخوں کو،اپنے خیالی فلسفوں کو اور اپنے اجتہاد سے وضع کئے گئے قوانین کو الٰہی قوانین کے ساتھ خلط ملط کر دیا۔اور یہ ساری چیزیں لوگوں کے سامنے اس حیثیت سے پیش کی کہ گویا یہ سب اللہ ہی کہ طرف سے ہیں۔ہر تاریخی فلسفہ،ہر مفسر کی تفسیر و تاویل۔ہر متکلم کا الٰہیاتی عقیدہ اور ہر فقیہ کا اجتہادی مجموعہ کتب مقدسہ (بائبل) میں جگہ پا گیا گویا یہی اللہ کا فرمان ہے۔اس پر ایمان لانا فرض ہے ۔اس سے انحراف دین سے انحراف کہلائے گا۔

محمد رضا مرکزی

الجامعۃ القادریہ نجم العلوم

پلاٹ ۱۴، سروے ۳۹، نیا اسلامپورہ، مالیگاؤں ناسک ۴۲۳۲۰۳

RAZAMARKAZI@GMALI.COM

WWW.RAZAMARKAZI.WORDPRESS.COM

CALL:08446974711

مفتی محمد رضا مرکزی کی تصانیف ایک نظر میں

(۱) امام مہدی اور احادیث مبارکہ

(۲) اللہ کی حیرت انگیز مخلوق۔۔جنات

(۳) قصص صالحین اول

(۴) قصص صالحین دوم

(۵) روشن حکایات

(۶) تعلیمات رضا اور ہم

(۷) وسیلہ، عرس، زیارت، ایصال ثواب اور تیجہ (معمولات اہل سنت)

(۸) اچھوں کی اچھی اچھی باتیں

(۹) مسلمانوں کے بدترین دشمن۔۔یہودی

(۱۰) مقالات مرکزی

(۱۱) شرعی عدالت (مجموعہ فتاویٰ مرکزی)

(۱۲) کفن دفن کے مسائل

(۱۳) ماہ شعبان المعظم اور شب برأت

(۱۴) آثار مقدسہ کے آداب

(۱۵) تفسیر معوذتین

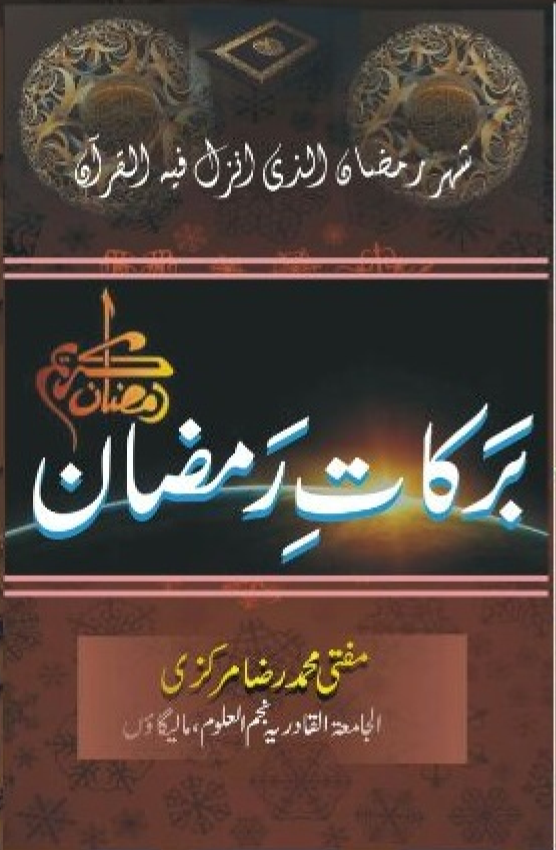
(۱۶) تفسیر سورۃ اخلاص اور عقیدہ توحید

(۱۷) علم فقہ اور علم اصول فقہ

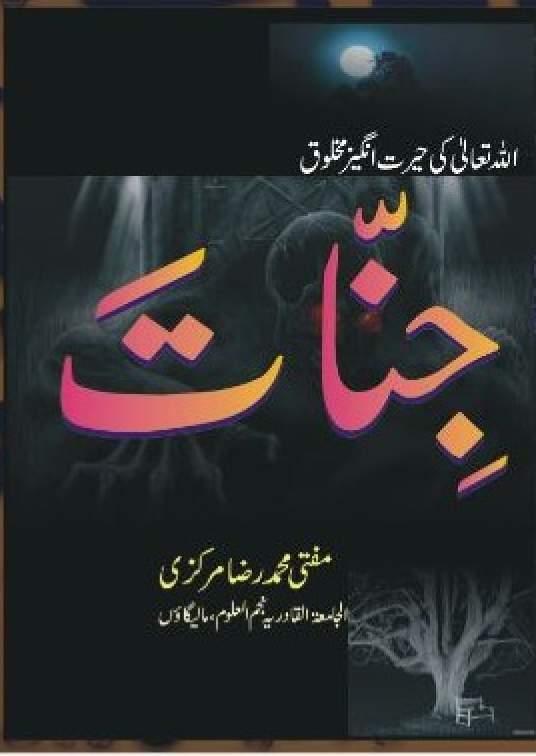
(۱۸) ماہ شعبان المعظم اور شب برأت

(۱۹) برکات رمضان

مفتی محمد رضا مرکزی کی تصانیف







مفتی محمد رضا مرکزی کی تصانیف

(۱) امام مہدی اور احادیث مبارکہ
(۲) اللہ کی حیرت انگیز مخلوق۔۔۔ جنات
(۳) قصص صالحین اول
(۴) قصص صالحین دوم
(۵) روشن حکایات
(۶) وسیلہ، عرس، زیارت، ایصال ثواب، تیجہ
(۷) بچوں کی اچھی اچھی باتیں
(۸) مسلمانوں کے بدترین دشمن۔۔۔ یہودی
(۹) تعلیمات رضا اور "ہم"
(۱۰) مقالات مرکزی
(۱۱) فتاویٰ مرکزی
(۱۲) علم فقہ اور علم اصول فقہ
(۱۳) تفسیر معوذتین
(۱۴) تفسیر سورہ اخلاص اور عقیدہ توحید
(۱۵) کفن دفن کے مسائل
(۱۶) آثار مقدسہ کے آداب
(۱۷) ماہ شعبان المعظم اور شب برأت کے فضائل و اعمال
(۱۸) شرعی عدالت

جنات۔ کتاب کے ضمنی عنوانات

جنات کیا ہیں؟
جنات کی حقیقت
جنات کی تخلیق
جنات کی غذا
جنات کا قبول اسلام
جنات صحابہ
جنات کے گمراہ گروہ
جنات کا جسم میں حلول
جنات کا رسول ﷺ سے مکالمہ
جنات کا وجود
جنات کو دعوت
جنات قرآن میں
جنات احادیث میں